کے لئے حاکم وقت یا مجاز افسر کی اجازت بھی ضروری ہے۔

کما فی الهندية و الملک فی الموات يثبت بالاحياء باذن الامام عند ابی حنيفةؒ وعند ابی يوسفؒ و محمدؒ يثبت بنفس الاحياء (الھندیہ ۵/۳۸۶)

اور علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے: اذا احی مسلم او ذمی ارضاً غير منتفع بها وليست بمملوكة لمسلم ولا لذمی ملكها ان اذن له الامام فی ذلک وقالا يملكها بلا اذنه هذا لو كان مسلماً فلو كان ذمياً شرط الاذن اتفاقاً (درمختار علی ھامش ردالمختار ۵/ ۲۷۷)

اگر چہ فقہاء احناف نے امام صاحب کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

کما قال العلامة ابن عابدينؒ: وقول الامام هو المختار ولذا قدمه فی الخانية و الملتقی كعادتهما وبه اخذ الطحاوی وعليه المتون (درالمختار ۵/ ۲۷۸)

تو چونکہ صورت مسئولہ میں دونوں طرح کی شرائط موجود ہیں (۱) ایک تو گاؤں کے بعض باشندگان نے اس غیر آباد اراضی کو آباد کیا ہے۔(۲) مجاز افسران نے آباد شدہ اراضی کو ان آباد کاروں کے نام بھی کیا ہے اس لئے ان شرائط کی موجودگی میں مذکورہ بالا تفصیل کی رو سے شرعاً یہ آباد کاران اراضی کے مالکان ہیں ان کو اس اراضی پر جملہ حقوق مالکان حاصل ہیں، گاؤں کے بعض افراد کا ان آباد کاروں پر دعویٰ کرنا کہ اس اراضی کو ان آباد کاروں سے واپس لے کر گاؤں کے باشندگان میں تقسیم کیا جائے صحیح نہیں اور ان کا یہ دعویٰ شرعاً بالکل غلط اور ناحق ہے۔

اس کے علاوہ صورت مسئولہ کے مطابق گاؤں کے ان بعض افراد کا یہ دعویٰ ایک اور وجہ سے بھی قابل سماعت نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دعویداران کا یہ دعویٰ ۱۰۰۔۱۲۰ سال بعد کا ہے حالانکہ شریعت مقدسہ نے سماع دعویٰ کے لئے زیادہ سے زیادہ ۳۶ سال کی تاخیر کی حد مقرر کی ہے۔ اس لئے جو دعویٰ بلا عذر شرعی ۳۶ سال موخر ہو جائے۔ تو اتنی تاخیر کے بعد شرعاً اس دعویٰ کو نہیں سنا جائے گا اتنی مدت تاخیر اس بات کی دلیل ہے کہ مدعی بہ دعویدار کا حق نہیں کما فی شرح المجلة ولا تسمع بعد مرور ست وثلاثين سنة .... ثم ادعی متولی وقف انه من مستغلات وقفی فلا تسمع دعواه (شرح المجلة لرستم باز مادة ۱۶۶۱ ص ۹۸۶) وفيه ايضاً لان ترک الدعوی زماناً مع التمكن من قيامها يدل علی عدم الحق ظاهراً (ص ۹۸۳) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (جج) کو حاکم وقت بھی سماع دعویٰ کا حکم دے تب بھی قاضی اس دعویٰ کو نہیں سنے گا کما فی شرح المجلة واما اذا مضی علی الدعوی ثلاثون سنة بلاعذر فلا تسمع وان امراء السلطان

بسماعها۔ (شرح المجلۃ لرستم باز صفحہ نمبر ۹۸۳)

لہٰذا اس وجہ تاخیر کی بناء پر بھی ان مدعیان کا یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں۔

هذا ما ظهر لی و الله اعلم و علمه اتم

موت میں معاون ادویات کے استعمال کا حکم

س: جناب مفتی صاحب! جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک شخص کسی ایسے لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی اس مرض سے صحت یاب ہونے کی کوئی توقع نہیں ہوتی اور نہ وہ مرتا ہے بلکہ اس مرض کی وجہ سے ایک طرف تو خود وہ مریض بھی اذیت میں گرفتار ہوتا ہے تو دوسری طرف اوہ اپنے اہل خانہ پر بوجھ ہوتا ہے اور اس مریض کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن چکی ہوتی ہے' اب اگر کوئی ڈاکٹر یا کوئی دوسرا شخص صرف اس نیت سے اس کو کوئی ایسی دوا یا انجکشن لگا دے کہ وہ مریض خود بھی جلد از جلد مر کر اس اذیت سے نجات پائے اور اس کے اہل خانہ بھی اس کی ذمہ داری سے عہدہ برہ ہوں کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے' جبکہ مریض کا مرنا ہی اس کے لئے اور اسکے اہل خانہ کے لئے' ظاہری طور پر بہتر ہے۔ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیجئے۔　　والسلام　　المستفتی

ایم۔کریم' حیات آباد پشاور

....

بسم الله الرحمان الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

انسانی زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا دین ہے' اس کا بلکہ انسان کی ملکیت میں تمام اشیاء کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے گویا انسان نہ اپنے مملوکہ مال کا حقیقی مالک ہے اور نہ اپنے نفس کا' تو جس طرح کسی انسان کے لئے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کے مملوکہ اشیاء کو کلی یا جزوی نقصان پہنچائے' تو اسی طرح اس کو اس بات کا بھی ہرگز کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ویسے یا کسی مصیبت اور کرب سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہلاک کرے یا اپنے کسی عضو کو نقصان پہنچائے' بلکہ اس کا جسم اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت اس انسان پر لازمی فریضہ ہے اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا طریقہ اختیار کرنا خود بھی اس کے ناجائز ہونے کے ثبوت دیتا ہے اور رسول

اللہ ﷺ نے بھی اس طرح کے اقدام پر سخت وعیدیں فرمائی ہے چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری دونوں میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو دوزخ میں بھی وہ شخص اپنے آپ کو اسی طرح ہلاک کرتا رہے گا اور جس نے کسی کسی تیز دھار آلہ سے خودکشی کر لی تو دوزخ میں بھی اسی طرح اپنے اوپر وار کرتا رہے گا (بحوالہ جدید فقہی مسائل)

اسی طرح حضرت جندب بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ تم سے پہلے اقوام میں ایک شخص زخمی تھا وہ اس شدت تکلیف سے خوف زدہ ہوا پھر اس نے چھری لے کر اپنے ہاتھ کو کاٹ ڈالا اور خون نہ روک سکا۔ یہاں تک کہ اس کو موت آئی' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنے معاملہ میں میرے ہی فیصلہ کی کوشش کی ہے (بحوالہ جدید فقہی مسائل) اور خود دورِ رسالت ﷺ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کسی غزوہ میں بڑی بہادری سے جنگ کر رہا تھا جس کو دیکھ کر صحابہ کرام داد دے رہے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جہنمی ہے کچھ دیر بعد اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار سے خود کو ہلاک کر دیا اسی طرح بے صبری اور عجلت نے شہادت کو خودکشی میں تبدیل کر دیا اور جہنم کا مستحق ہو گیا (صحیح مسلم بحوالہ اسلامی آداب زندگی ص ۶۱)

کسی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا تو دور کی بات ہے مصیبت' مرض وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا بھی شریعت میں گناہ ہے۔ عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابه فان کان لابد فاعلاً فلیقل اللهم احینی ما کانت الحیاة خیراً لی وتوفنی اذا کانت الوفاة خیراً لی (مشکوٰۃ ۱/۱۴۵ باب تمنی الموت)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی تم میں سے کسی مصیبت جو اس پر نازل ہوئی ہو کی وجہ سے موت کی تمنی نہ کرو اور اگر بہت ہی ضروری ہو تو یہ کہے کہ اے اللہ جب تک میری حیاۃ میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔ بلکہ حضرت انسؓ سے دوسری روایت ہے:

ان النبی ﷺ قال لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل به فاما محسناً فعسی أن یزداد واما مسیئاً فعسی ان یتوب (بحوالہ فتاویٰ معاصرہ ۱/۷۴۷) کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس ضرر (تکلیف) کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اس پر نازل ہوا ہے اسلئے کہ اگر یہ شخص نیک ہو تو ہو سکتا ہے کہ اور بھی نیکی کرے اور اگر وہ گنہگار ہو تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کرے۔

لہٰذا انہی تصریحات کی وجہ سے فقہاء کرام نے اس علاج سے بھی منع فرمایا ہے جس میں صحتیابی کا امکان نہ ہو اور اس علاج سے اس کی موت یقینی ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری (ہندیہ) میں ہے: فی الجراحات

المخوفة والفروح العظيمة والحصاة الواقعة في المثانة ونحوها ان قيل قد ينجو وقد يموت او ينجو ولا يموت يعالج وان قيل لا ينجوا اصلاً لا يداوى بل يترك (الفتاویٰ الھندیۃ /۱۱۴) سنگین اور کاری زخموں اور مثانہ میں ہونے والی پتھریوں اور اس کے مثل میں اگر اطباء کی رائے ہو' کہ ممکن ہے بچ جائے اور ممکن ہے مر جائے یا یہ کہ بچ جائے گا مرے گا نہیں تو ان آلات جارحہ کے ذریعہ علاج کیا جائے گا اور اگر کہا گیا کہ صحت کی کوئی امید نہیں تو پھر ایسا علاج نہیں کرایا جائے گا بلکہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس قسم کے اقدام میں ایکطرف تو خودکشی کا عمل ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکراں سے مایوسی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے۔ اس لئے بظاہر کسی لاعلاج مرض میں مبتلا شخص کو اس کی اجازت سے یا ورثاء کے کہنے پر تا کہ اس کو موت آ کر وہ اس کرب و مصیبت سے نجات پائے اور دوسرے افراد بھی اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے ناجائز اور حرام ہے۔ اس طرح کرنے سے مریض اور اس کے اہل خاندان کے ساتھ ساتھ معالج بھی اس قتل نفس کے جرم میں برابر کے شریک ہوگا۔ اور اس طرح کے عمل (موت میں مددگار ادویات کے استعمال) کو آپریشن اور علاجاً کسی اندام کے کاٹنے یا تراش وخراش اور اسکے قطع برید پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ جسم کے کسی متاثر عضو کے کاٹنے یا تراش وخراش سے مقصود جسم کے دوسرے اعضاء کو اس کے مضر اثرات سے محفوظ کرنا ہوتا ہے اور چونکہ اس اندام کے باقی رکھنے میں اس کی جان کو بھی خطرہ ہوتا ہے اسلئے اسکی جان بچانا مقصود ہوتا ہے فقہ کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ من ابتلی ببليتين فليختر اهونهما الخ کہ جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے اس کو چاہیے کہ وہ اھون (کم) کو اختیار کرے' چونکہ جان کا چلا جانا بڑی مصیبت ہے اور کسی متاثر اندام کا کٹ جانا اس سے کم مصیبت ہے۔ اسلئے شریعت مقدسہ نے اس کو ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ اسکے علاوہ اس قطع و برید میں جسمانی مصلحت مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثال احادیث مبارکہ میں موجود ہے' چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر ایک مسلمان مجاہد معاذ بن عفراءؓ کا ہاتھ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کے وار سے اس طرح کٹ گیا کہ صرف چمڑا (تسمہ) رہ گیا تھا اور ہڈی لٹک رہی تھی۔ چونکہ دشمن کا مقابلہ کرنے میں اس کو دشواری پیش آ رہی تھی اس لئے اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر الگ کر دیا اور دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ آپؓ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ (سیرت مصطفیٰ ۲/۹۷)

هذا ما ظهر والله اعلم وعلمه اتم

مختار اللہ حقانی

خادم دار الافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک